تقسیم ہذا وصیت کے نفاذ یا قرض کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔

حصص کی تقسیم یہ ہے

	۱۲/۳	۳۶
باپ	۲	۶
ماں	۲	۶
بیٹا	۵	۱۰
بیٹی		۵
خاوند	۳	۹

(حافظ ثناء اللہ مدنی)

(۲)

سوال: شرعی طور پر حق مہر کی کوئی مقدار مقرر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں!

الجواب بعون الوہاب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ـــــ اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ!

واضح ہو کہ شرعاً حق مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ بلکہ اس کی تعیین ہر شخص کے حسب حال ہے۔ کوئی شخص، جو بھی مقدار بآسانی وبسہولت ادا کر سکتا ہے، مہر مقرر کرلے۔ شرعاً کوئی مانع نہیں۔ چنانچہ:

۱۔ المغنی لابن قدامہ ج ۶ ص ۶۸۰ پر ہے:

"اِنَّ الصَّدَاقَ غَیْرُ مُقَدَّرٍ لَا اَقَلُّہٗ وَلَا اَکْثَرُہٗ"

کہ "مہر کی تھوڑی یا زیادہ، کوئی مقدار متعین نہیں۔"

۲۔ بدایۃ المجتہد میں ہے کہ:

"فقہاء کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی حد نہیں۔ البتہ مہر کی کم از کم مقدار میں اختلاف ہے۔" (ج ۲ ص ۲۱)

۳۔ المیزان الکبریٰ للشعرانی (ج ۲ ص ۱۱۶، کتاب الصداق) میں ہے:

"وَمِنْ ذٰلِکَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٍ اِنَّ اَقَلَّ الصَّدَاقِ

مُقَدَّرٌ مَعَ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ لَاحَدَّ لِاَ قَلِّهِ وَعَلَى التَّقْدِيْرِ فَقَالَ مَالِكٌ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ اَقَلُّهُ مَا يُقْطَعُ بِهِ يَدُ السَّارِقِ وَهُوَ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ اَوْ دِيْنَارٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَوْ رُبُعُ دِيْنَارٍ اَوْ ثَلٰثَةُ دَرَاهِمَ عِنْدَ مَالِكٍ"

یعنی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار متعین نہیں ہاں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک متعین ہے اور تعیین کے لیے وہ فرماتے ہیں کہ جس نصاب کے چوری کرنے پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، وہ مقدار کم از کم مہر ہو۔ البتہ اس کی تعیین میں ان دونوں کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ مقدار ایک دینار یا دس درہم ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک تین درہم یا ¼ دینار۔

۴۔ جامع الترمذی (ص ۲۱۱ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مُهُوْرِ النِّسَاءِ) میں ہے:

"اِخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْمَهْرِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلْمَهْرُ عَلٰى مَا تَرَاضَوْا عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَ الشَّافِعِيِّ"

کہ "سفیان ثوریؒ اور امام شافعیؒ کے قول کے مطابق مہر کی وہ مقدار ہے، جس پر فریقین راضی ہو جائیں"

ہماری تحقیق کے مطابق یہی قول راجح اور اقرب الی الصواب ہے۔ کیونکہ اس کی تائید احادیثِ شریفہ سے ہوتی ہے۔ اور جو تعیین کے اقوال ہیں، ان کی تائید میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں۔

اب ہم ان دلائل کا ذکر کرتے ہیں جن کی روشنی میں علماء و فقہاء امت مہر کی مقدار کی عدم تعیین کا فتوای دیتے ہیں:

۱۔ حضرت سہل بن سعدؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا "یا رسول اللہ، میں اپنے آپ کو آپؐ کے لیے ہبہ کرتی ہوں"۔ آپؐ نے اسے دیکھا اور بیٹھ رہے۔ وہ بھی بیٹھ رہی۔ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور فرمایا "یا رسول اللہ، اگر آپؐ کو اس کی حاجت نہیں تو اس کا نکاح مجھ سے

کر دیجیے۔" آپؐ نے دریافت فرمایا، "تیرے پاس کچھ ہے؟" اس نے کہا، "نہیں" آپؐ نے فرمایا، "جا اور تلاش کر کے لا۔" وُہ گیا اور خالی ہاتھ لوٹ آیا۔ آپؐ نے فرمایا، "جا، کچھ تو لا۔ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔" وُہ آیا اور بولا "یارسُول اللہ، کچھ بھی نہیں ملا۔ میرے پاس صرف ایک چادر ہے۔ آدھی اسے دے دوں گا۔" آپؐ نے فرمایا "اگر تو یہ چادر پہنے گا تو یہ بغیر چادر کے رہے گی اور اگر یہ پہنے گی تو تجھ پر نہ رہے گی۔" اس پر وُہ نا امید ہو کر جانے لگا تو آپؐ نے اسے بُلا لیا اور پوچھا "کیا تجھے قرآن زبانی یاد ہے؟" اس نے کہا "جی ہاں فلاں فلاں سورتیں مجھے زبانی یاد ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "جا تجھے جتنا قرآن یاد ہے اس کے بدلے تجھے اس کا مالک بناتا ہوں (یعنی تمہارا اس سے نکاح کرتا ہوں۔ تم اسے قرآن سکھا دینا)"

(صحیح بخاری، بَابُ السُّلْطَانُ وَلِيٌّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ وَبَابُ عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ۔ صحیح مسلم بَابُ الصَّدَاقِ وَجَوَازِ كَوْنِهٖ تَعْلِيمَ قُرْاٰنٍ۔ موطا مالک بَابُ مَاجَاءَ فِي الصَّدَاقِ وَالْحِبَاءِ۔ جامع الترمذی، سنن ابی داؤد، مسند احمد، مسند ابی داؤد الطیالسی، سنن دارقطنی)

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیمِ قرآن بھی بطورِ حق مہر جائز ہے۔

۲۔ احادیث میں آیا ہے کہ ابو طلحہؓ نے اُمِ سلیمؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا تو امِ سلیمؓ نے کہا۔ "مجھے لوگوں میں تم جیسا کوئی دوسرا نظر نہیں آیا، مگر ایک رکاوٹ ہے۔ میں مسلمان ہوں اور تم کافر ہو۔ اس لیے تمہارے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ہاں اگر تم مسلمان ہو جاؤ اور اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہو گا۔ اور میں اس کے علاوہ کوئی چیز بطورِ حق مہر طلب نہیں کروں گی۔" چنانچہ ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور یہی چیز حق مہر قرار پائی۔ (دیکھیے مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۷۹۔ سنن نسائی)

معلوم ہوا کہ نکاح میں، مالی حق مہر ہونا ضروری نہیں۔ اس قسم کی شرط کے عوض بھی نکاح جائز ہے۔

۳۔ سنن ابی داؤد میں ہے:

• عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْطٰی فِیْ صَدَاقِ امْرَاَۃٍ مِلْأَ کَفَّیْہِ سَوِیْقًا اَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ " (سنن ابی داؤد باب قلۃ المھر ۲۹۴/۱)

کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو شخص مٹھی بھر ستو یا کھجور بطورِ حق مہر ادا کر دے تو وہ عورت اس کے لیے حلال ہے "

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق مہر کے لیے دس درہم۔ تین درہم، دو درہم وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔

۴۔ اسی طرح جامع الترمذی میں حضرت عامرؓ بن ربیعہ کا بیان ہے:

" اِنَّ امْرَاَۃً مِنْ بَنِیْ فَزَارَۃَ تَزَوَّجَتْ عَلٰی نَعْلَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِکِ، وَمَالِکِ بِنَعْلَیْنِ؟ قَالَتْ، نَعَمْ " (ترمذی باب ما جاء فی مھور النساء - احمد - ابن ماجہ - مسند ابی داؤد طیالسی)

" عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے جوتوں کے جوڑے کے عوض نکاح کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا، " کیا تو اپنی جان اور مال کے بدلے نعلین پر راضی ہے؟" اس نے کہا " ہاں " تو آپؐ نے اس نکاح کو جائز قرار رکھا۔ یہ واقعہ دال ہے کہ جوتوں کے جوڑے کے عوض بھی نکاح جائز ہے۔

زیادہ سے زیادہ حق مہر کی بھی کوئی تعیین نہیں!

ابو عبدالرحمٰن السلمی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، " عورتوں کو حق مہر زیادہ نہ دیا کرو"۔ اس پر ایک عورت بولی، " امیر المؤمنینؓ، آپ کے لیے یہ قدغن لگانا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

" وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا " (النساء: ۲۰)

کہ " اگر تم انہیں ڈھیروں مال بھی دیدو تو واپس لینا تمہارے لیے حلال نہیں "

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ " ایک عورت نے عمرؓ سے جھگڑا کیا۔

اور وہ عمرؓ پر سبقت لے گئی۔" (مصنف عبدالرزاق ۱۸۰/۶)

کم ازکم مقدار کی روایات کی استنادی حیثیت:

مہر کی کم ازکم مقدار کے بارہ میں دارقطنیؒ کتب میں حضرت جابرؓ کی روایات ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ وغیرہ سے موقوف روایات بھی مروی ہیں۔ لیکن ان سب کی سندوں پر کلام ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے التعليق المغنی علی سنن الدارقطنی ۳/۲۴۵)

حق مہر ضرور ادا کرنا چاہیے:

چونکہ مرد نکاح کرتے وقت حق مہر کی ادائیگی کا اقرار کرتا ہے، اس لیے جو مقدار مقرر کی جائے لازماً ادا کرنی چاہیے۔ حق مہر کا ادا نہ کرنا یا جبراً معاف کرانا درست نہیں:

"عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَنْكِحُ امْرَأَةً بِصَدَاقٍ وَلَيْسَ فِي نَفْسِهِ أَنْ يُؤَدِّيَهُ إِلَيْهَا إِلَّا كَانَ عِنْدَ اللهِ زَانِيًا وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَشْتَرِيْ مِنْ رَجُلٍ بَيْعًا وَلَيْسَ فِي نَفْسِهِ أَنْ يُؤَدِّيَهُ إِلَيْهِ إِلَّا كَانَ عِنْدَ اللهِ خَائِنًا۔" (مصنف عبدالرزاق ۱۸۷/۶)

کہ "جو شخص نکاح کرے اور حق مہر ادا کرنے کی نیت نہیں تو وہ اللہ کے ہاں زانی شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی سے کوئی چیز خریدے اور اس کے دل میں قیمت ادا کرنے کا ارادہ نہیں، وہ اللہ کے ہاں خائن شمار ہوتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے معاشرہ میں حق مہر ادا نہ کرنے کی جو بری رسم ہے، وہ اللہ کے ہاں انتہائی بری اور مذموم ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

خلاصہ یہ کہ شرعی طور پر مہر کی کم ازکم یا زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی تعیین نہیں۔ ہر شخص اپنے حسب حال جو مقدار آسانی سے ادا کر سکے مقرر کر لے۔ ہاں جو متعین اور مقرر کرے اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق سے نوازیں۔ آمین!

هٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!

(مبشر احمد ربانی)